عمان : ۲۱ دسمبر ۹۷ء

پیارے بھائی انیس صاحب' السلام علیکم

آپ کی عنائت سے "مغرب اور اسلام" کا تازہ شمارہ ملا جسے میں نے اس سفر کے دوران اول تا آخر پڑھ لیا۔ آپ کی توجہ اور کوشش کے نتیجے میں اردو زبان میں اس طرح کی پہلی کوشش سامنے آئی ہے جس کی لیے ہم سب آپ کے ممنون ہیں۔ آپ کا اداریہ بہت فکر انگیز اور متوازن ہے۔ آپ نے اس اداریے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے' مجھے ان سے پوری طرح اتفاق ہے۔ اسلام سے متعلق جو تحریریں ان دنوں مغرب میں شائع ہورہی ہیں' ان کو پڑھنا' سمجھنا اور ان کے مضمرات پر غور کرنا مسلمانوں کے لیے بہت ضروری ہے۔ ہمارے ہاں اکثر یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ ہم محض سنی سنائی باتوں پر تبصرے کرتے رہتے ہیں اور براہ راست متن پڑھنے کی زحمت نہیں کرتے۔ آپ نے یہ بہت اچھا کیا کہ اردو دان طبقے کو یہ سہولت فراہم کردی کہ وہ انگریزی زبان میں شائع ہونے والی مغرب اور اسلام سے متعلق اہم تحریروں کا براہ راست مطالعہ کرسکے اور اس کے بعد اپنی رائے قائم کرسکے۔

اسلام اور عالم اسلام سے متعلق مغرب میں شائع ہونے والی تحریروں کو کئی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے : ایک قسم تو وہ ہے جو مسلمان لکھنے والوں کی تحریروں پر مشتمل ہے۔ ان لکھنے والوں کی کوشش یہ ہے کہ وہ مغرب کے پڑھے لکھے افراد کو باہمی دلچسپی کے مختلف موضوعات پر اسلام اور عالم اسلام کے نقطۂ نظر (یا نقطۂ ہائے نظر) سے آگاہ کرسکیں۔

دوسری سطح پر وہ تحریریں ہیں جو علمی نقطۂ نظر سے اسلام اور اس سے متعلقہ موضوعات پر مغرب کے یونیورسٹی پروفیسر حضرات لکھتے ہیں اور پروفیشنل جرنلز میں شائع کرتے ہیں۔ اس طرح کی تحریروں کی اپنی ایک مسلمہ روائت ہے اور متعدد مسائل کے باوجود ان کی علمی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

تیسری قسم ان تحریروں کی ہے جو مغرب کے سیاسی مبصرین اور پالیسی ساز اداروں سے منسلک افراد اسلام اور عالم اسلام پر لکھ رہے ہیں اور جن کا براہ راست تعلق امریکہ یا مغربی ممالک کی

خارجہ پالیسی سے ہے۔ ایسی تحریروں کا واضح مقصد یہ ہے کہ موجودہ عالمی نظام میں اسلام اور عالمی اسلامی تحریکات کو مغرب کے سیاسی اور اقتصادی مفادات کے یا تو تابع کیا جائے یا کم از کم ان مفادات سے ہم آہنگ کیا جائے۔ ان تحریروں کو ان کے سیاسی تناظر میں ہی رکھ کر پڑھنا اور سمجھنا چاہئے۔ ایسی تحریروں کو مزید دو خانوں میں بانٹا جاسکتا ہے! ان میں سے کچھ تحریریں تو ایسی ہیں جو خالص تجزیاتی قسم کی ہیں۔ ان کے تجزیے' نقطۂ نظر اور نتائج سے تو اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن مجموعی طور پر ان کا مقصد یہ نظر آتا ہے کہ عالم اسلام اور تحریکات اسلامی کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اس کوشش کے نتیجے میں مغرب کے پالیسی ساز ادارے اسلامی دنیا سے متعلق بہتر اور موثر پالیسیاں مرتب کرسکیں ("بہتر" اور "موثر" کا مطلب یہاں یہ ہوگا: مغرب کے سیاسی اور اقتصادی مفادات کا استحکام اور فروغ)۔ ہمیں اس طرح کی تحریروں کو اچھی طرح سے سمجھنے کی ضرورت ہے' ان سے ڈرنے کی یا ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے کہ امریکی مبصرین خارجہ پالیسی کے حوالے سے جو بھی لکھیں گے وہ اپنے ملک کے مفادات کے نقطۂ نظر سے ہی لکھیں گے۔ ان پر یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ایسی تحریریں لکھیں جو کسی دوسرے ملک یا ممالک کے مفادات کو آگے بڑھائیں' الا یہ کہ آپ ہنری کسنجر ہوں اور آپ کے پاس کسی بیرونی ملک کے لیے لابی کرنے کا کنٹریکٹ ہو!

البتہ اس ضمن میں ایک اور قسم ان تحریروں کی ہے جو نرم سے نرم الفاظ میں خباثت پر مبنی کہی جاسکتی ہیں۔ ایسی تحریریں لکھنے والوں میں ڈینیل پائپ اور ان کے کچھ ہمنوا شامل ہیں جو اسلام اور مسلمانوں سے کھلی عداوت رکھتے ہیں اور اپنی مخاصمانہ اور وکیلانہ قسم کی تحریروں کی وجہ سے علمی حلقوں میں اپنا مقام کھو چکے ہیں۔ ان کے پڑھنے والوں کا اپنا ایک مخصوص حلقہ ہے جو پہلے ہی اسلام کے لیے خار کھائے بیٹھا ہے۔ مگر جو لوگ ان کے کام اور ارادوں سے واقف ہیں وہ ان کی تحریروں کو کوئی وقعت نہیں دیتے۔ دراصل (بقول پیٹ بوکینن) یہ اسرائیل کی "آمین لابی" ہے' جو کچھ اخباروں اور رسالوں کے ذریعے مسلمانوں اور اسلامی تحریکوں کے خلاف زہر پھیلا رہی ہے تاکہ امریکی حکومت اور رائے عامہ اسرائیل کی مدد سے ہاتھ نہ کھینچ لے اور فلسطین کے مسئلہ پر کوئی سافٹ رویہ نہ اپنالے۔

آپ نے بہت اچھا کیا کہ اپنے رسالے میں ہر نوع کی نمائندہ تحریروں کو شامل کیا۔ اس سے پاکستان کے پڑھنے والوں کو اندازہ ہوگا کہ مغرب یا امریکہ میں اسلام اور اسلامی تحریکوں پر لکھنے والوں کی سوچ میں کچھ تنوع بھی ہے ---اگرچہ نظریاتی ہم آہنگی کی وسعت اور گہرائی دونوں کے

نقطۂ نظر سے میں امریکہ کو سابق سوویت یونین سے بھی زیادہ بدترین صورت حال کا شکار پاتا ہوں۔

آخر میں دو تین باتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا: ایک تو یہ کہ آپ کے رسالے کے پڑھنے والے کون لوگ ہیں اور آپ ان کو ایسی تحریریں پڑھنے کے لیے کس حد تک آمادہ کر سکتے ہیں؟ اگر آپ اس رسالے کو ہمارے علماء اور ورنیکلر اساتذہ تک پہنچا سکیں تو یہ ایک بڑی خدمت ہوگی کیونکہ ہمارے ہاں پڑھے لکھے لوگوں میں یہی وہ طبقہ ہے جو رائے عامہ کو متاثر کرسکتا ہے مگر انگریزی سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے مغرب کے براہ راست مطالعے سے محروم ہے۔ شائد اسی غلط فہمی کا نتیجہ تھا کہ اس طبقے کے لوگ ایک زمانے میں استاد گرامی ڈاکٹر فضل الرحمان مرحوم کے خلاف چڑھ دوڑے تھے۔

دوسری بات میں آپ کے مترجم حضرات سے کرنا چاہتا ہوں۔ میں اگرچہ اہل زبان میں سے نہیں ہوں تاہم میں سمجھتا تھا کہ میں اردو پڑھ سکتا ہوں۔ آپ کے ترجمہ کرنے والے حضرات نے میرا یہ اعتماد کمزور کردیا۔ ایسی "معرب" اور "مفرس" اردو تو شائد ابوالکلام آزاد بھی کیا لکھتے ہوں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سبھی ترجمہ کرنے والے ابھی ابھی اورینٹل کالج سے عربی اور فارسی کی ڈگریاں لے کر آئے ہیں اور ہم ریختہ پڑھنے اور بولنے والوں کا امتحان لے رہے ہیں۔ بعض مضامین کی طوالت سے متعلق ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ سبھی مضامین تو ایسے ہیں کہ جنہیں اگر آپ جرمن میں ترجمہ کروا لیتے تو میرے لیے سمجھنا شائد زیادہ آسان ہوتا -- حالانکہ میں جرمن نہیں جانتا! تیسری بات مضامین کی طوالت سے متعلق ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ سبھی مضامین کا لفظ بہ لفظ ترجمہ اور مکمل متن حرف بہ حرف دینا ضروری نہیں۔ مناسب تلخیص سے بھی کام چلایا جاسکتا ہے۔ مناسب سے مراد یہ ہے کہ اصل متن سے ناانصافی نہ ہو اور مصنف کے بنیادی دلائل حذف نہ ہو جائیں۔

بہرحال آپ خودان کاموں کے ماہر ہیں اوران باتوں کی طرف آپ کی توجہ یقیناً" پہلے سے ہی ہوگی۔ میں آپ کی اس کوشش میں مزید کامیابیوں کے لیے دعا گو ہوں۔

آپ کا بھائی

ممتاز احمد